ابو القاسم سیاف☆

مغربی سازشیں اور مسلمانوں کی بے حسی

آج ہمارے چاروں طرف دشمن بہانگ دُھل کہہ رہے ہیں کہ اسلام کو تباہ و برباد کردینا ان کیلئے ناگزیر ہے، کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جو مسلمانوں کی قوت و طاقت کا صحیح معنی میں سرچشمہ ہے۔ لہٰذا اگر اسے صفحۂ ہستی سے ناپید کر دیا جائے تو تمام مسلمانوں کو اپنا محکوم بنایا جاسکتا ہے۔ اسلام اپنے دشمنوں کیلئے ایک ایسا بھوت بن چکا ہے کہ جسے تباہ و برباد کئے بغیر وہ اپنی قوت کو یکجا نہیں کر سکتے، ان کا کہنا ہے کہ اگر اس کا قلع قمع نہ کیا گیا تو یہ انہیں نگل جائے گا۔ اس تناظر میں ہر صاحبِ بصیرت جانتا ہے کہ یورپ نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ ختم نہیں کی، جہاں تک اس دعویٰ کی دلیل وثبوت کا سوال ہے تو اس کا جواب مشاہیر یورپ کی اپنی تحریروں سے اقتباسات کی شکل میں پیش خدمت ہے:

① مسٹر آئی یوجین روستو جو امریکی وزارتِ خارجہ کی منصوبہ بندی کے شعبہ کا صدر ہونے کے ساتھ ساتھ نائب وزیر خارجہ بھی تھا اور مشرق وسطیٰ کے معاملات کیلئے ۱۹۶۷ء تک امریکہ کے سابق صدر جانسن کا مشیر خاص رہ چکا ہے، وہ کہتا ہے:

''ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہئے کہ ہمارے اور عرب اقوام کے مابین پائے جانے والے اختلافات فقط دو مختلف قوموں اور ریاستوں کے اختلافات نہیں بلکہ یہ دراصل اسلامی اور مسیحی تہذیبوں اور ثقافتوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات ہیں، یہ صدیوں پر محیط اسلام اور مسیحیت کے مابین پائی جانے والی کشمکش کا نتیجہ ہیں، یہ کشمکش کبھی آتش فشاں لاوے کی طرح برقرار رہی اور کبھی زیر زمین سلگتی ہوئی آگ کی طرح، بہرحال یہ کشمکش اب تک کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔''

آئی یوجین روستو اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے:

''آج کے تاریخی حالات بڑی وضاحت سے اس اَمر کو نمایاں کر رہے ہیں کہ امریکہ مغربی دُنیا کا ایک کامل اور مکمل حصہ ہے، یہ مغربی فلسفے، عقیدے اور نظامِ حیات غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں مغرب کا کامل اور مکمل حصہ ہی نہیں بلکہ اس کا ایک بہترین ترجمان اور نمائندہ بھی ہے لہٰذا امریکہ کی یہ پوزیشن اس کیلئے اس اَمر کو لازم قرار دیتی ہے کہ وہ اسلامی مشرقی دُنیا (جو کہ اسلام کے فکر وفلسفہ اور عقائد ونظریات کی نمائندہ ہے) کے بارے میں معاندانہ نقطۂ نظر اور مؤقف برقرار رکھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امریکہ اسلام کے حوالہ سے معاندانہ مؤقف کے علاوہ کوئی دوسرا موقف اختیار کر ہی نہیں سکتا، نہ ہی وہ مغربی دُنیا اور صہیونی ریاست (اسرائیل) کے بارے میں غیر دوستانہ رویہ اختیار کرسکتا ہے، کیونکہ ایسی صورت میں اسے اپنی زبان، فلسفے، ثقافت، فکری بنیادوں اور اپنے مقاصد کی نفی کرنا پڑے گی۔''

☆ متعلّم أولیٰ کلیۃ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ

روستو واشگاف الفاظ میں کہتا ہے:

''یورپی استعمار کا مشرقِ وسطیٰ میں اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ وہ اسلامی تہذیب وثقافت کو ہر ممکن طریقہ سے تباہ و برباد کردے۔ اس مقصد کیلئے اسرائیلی ریاست کا قیام اور اس کی سلامتی و استحکام امریکہ کا نصب العین اور اس کی منصوبہ بندی کا لازمی جزو ہے۔ گویا مختصر الفاظ میں، مَیں اپنے موقف کی وضاحت یوں کرسکتا ہوں کہ ہم امریکیوں کی منصوبہ بندیوں کی اساس اور بنیاد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم یورپ والوں اور مسلمانوں کے مابین صلیبی جنگوں کو ہر قیمت پر جاری رکھیں۔'' [معركة المصير: ٨٧-٩٤]

② امریکہ اور برطانیہ کی طرح فرانس بھی یورپ اور عالم اسلام کے باہمی تعلق کو صلیبی جنگوں کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ فرانسیسی جرنیل 'غورو' جب ملک شام کو فتح کر لینے کے بعد دمشق پہنچا، ترک فوج اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھی وہ فوراً دمشق کی اُموی جامع مسجد میں گیا اور وہاں موجود صلاح الدین اَیوبی کی قبر پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا کہ اے صلاح الدین! اُٹھ اور دیکھ، ہم اپنی شکستوں کا بدلہ لے چکے ہیں اور تیری سرزمین پر بطور فاتح لوٹ آئے ہیں۔ [القومية والغزو الفكري: ص٨٤]

③ ۱۹٦۷ء میں بیت المقدس جب مسلمانوں سے دوبارہ چھن گیا تو اس موقع پر مغربی مفکرین نے جو کچھ کہا اور لکھا وہ بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اہل یورپ عالم اسلام کے خلاف اپنی صلیبی جنگوں کو ابھی تک جاری رکھے ہوئے ہیں، اسی ضمن میں برطانیہ کے سابق وزیراعظم چرچل نے کہا:

''بیت المقدس کو اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ سے رہائی دلانا ہم مسیحیوں اور یہودیوں دونوں ہی کا نصب العین تھا، لہٰذا اس کے رہا کرائے جانے پر جو خوشی مسیحیوں کو ہوئی ہے وہ یہودیوں کی خوشی سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ بہرحال ہمارے لئے یہ اَمر انتہائی خوشی کا باعث ہے کہ اب بیت المقدس اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزاد ہو چکا ہے۔ بیت المقدس کو اب یہودی بیت المقدس میں ضم کر دینا چاہئے اور آئندہ مسلمانوں کے ساتھ جتنے مذاکرات ہوں ان میں یہ اُصول ہمیشہ مدِنظر رکھا جانا چاہئے کہ اب بیت المقدس دوبارہ کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کو واپس نہیں دیا جائے گا۔

④ جب اسرائیلی اَفواج ۱۹٦۷ء میں القدس میں داخل ہوئیں تو تمام اسرائیلی فوجی دیوارِ گریہ کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں نے موشے دائیان کے ساتھ مل کر یوں نعرہ بلند کیا کہ آج کا دن خیبر کے دن کا بدلہ ہے، خیبر کا انتقام لیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مزید نعرے لگائے کہ محمد (ﷺ) کا دین دُم دبا کر بھاگ چکا، محمد کا اب انتقال ہو گیا ہے اور وہ اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے۔

مسلمان آخر کب تک خوابِ غفلت کے مزے لیتے رہیں گے، عالم کفر ہمارے خلاف یکجا ہو چکا ہے اور ہمیں ہی آخری ہدف بنائے ہوئے ہے۔

لارنس براؤن تو یہاں تک کہتا ہے کہ ہم یورپ والوں کے استعمار کے راستے رکاوٹ اگر کوئی ہے تو وہ اسلام ہی کی آہنی دیوار ہے۔ برطانیہ کا سابق با اَثر وزیراعظم گلیڈ اسٹون، جو وزارتِ عظمیٰ سے قبل اُمورِ خارجہ اور وزارتِ دفاع کے عہدے پر کام کر چکا تھا، کہتا ہے:

''جب تک قرآن مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں میں حکمران رہے گا، اُس وقت تک یورپ اسلامی مشرق کو اپنے قبضہ

میں نہیں لاسکتا اور اگر اسے اپنے قبضہ یا تسلط میں لے بھی آئے تو وہ اپنے اس تسلط کو زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھ سکتا۔''
[الإسلام علی مفترق الطریق: ص ۳۹]

ایک فرانسیسی گورنر ایک تقریب میں، جو الجزائر پر فرانس کے سولہ سالہ اقتدار کے مکمل ہوجانے کی خوشی میں منعقد ہوئی، یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے:

''ہم اس وقت تک الجزائری مسلمانوں کے دِلوں پر حکومت نہیں کر سکتے جب تک یہ قرآن پڑھتے اور عربی بولتے رہیں گے لہٰذا ہمارے لئے واجب ہے کہ ہم ان کے دل و دماغ سے قرآن کا وجود ختم کردیں اور عربی لغت کو ان کی زبانوں سے کاٹ کر نکال باہر کریں۔'' [المنار: شمارہ ۹ نومبر ۶۲ء]

اہل یورپ کو یقین بالجزم ہے کہ صہیونیت اور اسرائیل کے ثبات اور استحکام کے راستے میں حائل رُکاوٹ اور اس حوالے سے خطرہ صرف اسلام ہی ہے۔

جب ہم اہل یورپ کی ان پالیسیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی قدیم روش سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ اُنہوں نے زمانۂ قدیم سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو پالیسی بڑی گہری سوچ اور منظم حکمتِ عملی سے اختیار کی تھی وہ آج بھی اسی حکمتِ عملی پر بڑی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے رواں دواں ہیں۔ اور یاد رکھیں کہ یہ مشترکہ حکمتِ عملی جس لائحہ عمل پر تیار کی گئی تھی اس کا مسودہ آج بھی فرانس کے دار الوثائق القومیة میں محفوظ ہے، اس مسودے میں جس اَمر کو بطورِ خاص 'اُصول' تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو جنگوں کے ذریعے شکست دے کر فتح کرنا اور مغلوب کرنا تقریباً ناممکن ہے اس لئے ان پر فتح اور غلبہ پانے کیلئے درجِ ذیل طریقہ کار کو اختیار کیا جانا چاہیے۔

① مسلمان قائدین اور حکمرانوں کے مابین اختلاف وتفریق پیدا کرنا اور اسے مزید وسیع اور گہرا کرنا۔ پھر مسلمانوں کو کمزور تر کرنے کیلئے ان کے باہمی اختلافات وتنازعات سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا۔

② عالم عرب اور دوسرے مسلمان ممالک کے اندر نیک وصالح قیادت اور اچھے دیندار حکمرانوں کے قیام کو ہر ممکن طریقے سے ناممکن العمل بنانے کیلئے ہر حیلے، بہانے کو بروئے کار لانا۔

③ مسلمان ممالک میں قائم شدہ حکومتی نظاموں کو رشوت، تخریب کاری اور عورتوں کے ذریعے تباہ و برباد کرتے چلے جانا تاکہ اس طرح ان کی جڑوں کو کھوکھلا کرکے آخر کار انہیں زمین بوس کیا جا سکے۔

④ مسلمان ممالک کی افواج جو ملک و ملت کے حوالے سے اَمانت، صداقت اور خلوص و وفا سے مالا مال ہوں، اسلامی اصولوں کی سربلندی کیلئے سردھڑ کی بازی لگانے اور شہید ہوجانے کو اپنے لئے سعادتِ دارین خیال کرتی ہوں، جہاد فی سبیل اللہ کو اسلامی فریضہ اور اللہ کے راستہ میں شہادت کو مومن سپاہی کا سب سے بڑا نصیب العین مانتی ہوں، ان افواج کو معدوم اور ناپید کرنے کیلئے ہر طرح کے حیلے اور تدبیروں کو بروئے کار لانا۔

⑤ عرب ممالک میں اختلاف وتفرقہ پیدا کرنے پر سب سے زیادہ توجہ مبذول کرنا جب ایک دفعہ یہ اختلاف وتفرقہ پیدا ہوجائے تو اسے گہرا کرتے چلے جانا اور کسی وقت اور کسی قیمت پر ان میں وحدت واتحاد پیدا نہ ہونے دینا۔

اس مسودے کے علاوہ ایسی کانفرنس کی قراردادیں ہمارے سامنے ہیں جو ۱۹۰۷ء میں منعقد ہوئی جس میں یورپی

ممالک کے وزرائے خارجہ اور چوٹی کے اربابِ فکر و دانش نے شرکت کی، یہ کانفرنس ایک ماہ تک جاری رہی جس میں ہونے والی تمام بحثوں کو جس نقطہ پر سمو دیا گیا وہ یہ تھا کہ

''مغربی تہذیب کیلئے سب سے بڑا خطرہ صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔''

اس کانفرنس کے شرکا نے اس ضمن میں جو آخری قرارداد پاس کی وہ اس طرح تھی:

''ایک ایسی ریاست جو عرب و مسلمانوں کی اَزلی و ابدی دشمن ہو اور جو صحیح معنی میں مغرب کی وفادار اور پروردہ ہو، اسے نہر سویز کے مشرق میں قائم کیا جانا چاہئے تاکہ اس طرح عربوں کو ہمیشہ کیلئے متفرق و پراگندہ رکھا جائے۔''

اسی قرارداد کے نتیجہ میں عالمی صہیونیت کے ساتھ تعاونِ باہمی کے ایک معاہدے پر دستخط کئے گئے اور اس کے نتیجہ میں آخر کار فلسطین کے عربوں کو جلاوطن کر کے وہاں پر یہودی ریاست قائم کردی گئی جو آج بلادِ عربیہ اور اسلامیہ کیلئے وبالِ جان بنی ہوئی ہے۔

اسی طرح جب سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کیا گیا، پھر اتحادی فوجوں کو وہاں سے نکال لیا گیا اور بظاہر ترکی کو مکمل آزادی دی گئی مگر اس کے پس پردہ جو شرائط کمال اَتاترک سے منوالیں گئی تھیں، اُن سے ان کا غلبہ اور ترکوں کی مغلوبیت اَظہر من الشّمس ہے۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں۔

① ترکیہ پر واجب ہوگا کہ وہ اپنی موجودہ خلافت کو ختم اور خلیفہ کو جلاوطن کردے اور خلیفہ کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کو ضبط کر لے۔

② ترکیہ پر واجب ہوگا کہ وہ ہر اس تحریک یا جدوجہد کو بزورِ شمشیر ختم کرے جو خلافت کو بحال یا اَز سرنو قیام کے حوالے سے ہو۔

③ ترکیہ پر واجب ہوگا کہ وہ اسلام سے اپنے ہر طرح کے تعلق کو منقطع کرلے اور عربی زبان اور عربی اسلام کو اپنے ہاں سے بالکل دیس نکالا دے دے۔

④ ترکیہ پر واجب ہوگا کہ وہ اسلام کی اساس پر تیار شدہ قانون یا دستور کو منسوخ کردے، اس کے برعکس وہ اپنے ہاں ایسا آئین و دستور نافذ کرے جو یورپی ممالک کے دستوروں اور آئینوں کے نمونے پر غیر شرعی اسلوب میں تیار کیا گیا ہو۔

جیسے ہی ترکوں کو آزادی دی گئی، ابھی ان شرائط کو منظر عام پر نہیں لایا گیا تھا کہ پارلیمنٹ کے ارکان نے شور بپا کر دیا اور ہنگامہ کی صورت بن گئی۔ بہرحال اس ہنگامے کا جواب دیتے ہوئے وزیر خارجہ لارڈ کرزن نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ:

''ہم نے مسلم ترکیہ کو اب ہمیشہ کیلئے ختم کردیا ہے، آج کے بعد ہم مسلم ترکیہ کی کوئی ایک بھی ٹانگ سلامت نہیں رہنے دیں گے کہ جس کی قوت و طاقت کی اساس پر وہ اپنا تشخص برقرار رکھ سکیں۔ مسلم ترکیہ کی قوت و طاقت اور شان و شوکت کا راز اسلام اور خلافت میں پوشیدہ تھا اور ہم نے ان دونوں چیزوں کو ختم کردیا ہے۔''

آج بھی مسلمان ممالک میں مغربی افکار کے نفوذ اور اسلامی نظریات کے انہدام کیلئے تعلیمی راستے کو چنا گیا۔ تعلیم کے میدان میں عالم اسلام کے اندر جو بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے اس سے مسلمان نوجوان نسل میں الحاد اور دہریت کو رواج

دیا جارہا ہے۔ تعلیم نسواں کے نام پر مسلم خواتین کے افکار وعقائد میں اختلال وتزلزل پیدا کیا جارہا ہے، کیونکہ جب کسی ملت کی خاتون اپنے عقائد وافکار سے بغاوت اور انحراف اختیار کرے گی تو اس کی آغوش میں پروان چڑھنے والی پود کا الحاد و دہریت کی آغوش میں چلے جانا ایک منطقی اور فطری عمل ہے۔ پھر اس عورت کا اثر صرف اپنی اولاد ہی تک نہیں رہتا بلکہ والدین، بہن بھائی، خاوند اور دیگر عزیز واقارب بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

اس حوالے سے یورپی سامراج کو اپنے تبلیغی کارندوں کے ہاتھوں زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان کا بیان ان کی ایک مبشرہ مسز میکلیکن کے الفاظ میں یہ ہے:

''ہمارا یہ تجزیہ ہے کہ مدارس سے بڑھ کر دوسری کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں بیٹھ کر اسلامی تہذیب وثقافت کے قلعہ کو بہتر اور موثر اسلوب وانداز سے مسمار اور زمین بوس کرنے کا مسیحی فریضہ انجام دیا جاسکتا ہو۔''

اس کے ساتھ ساتھ لارڈ میکالے کا وہ قول یاد رہنا چاہیے، جس نے برصغیر کی تعلیم میں انقلاب برپا کردیا کہ

''انہیں ایسا بنا دو کہ یہ ظاہری طور پر تو مسلمان رہیں اور مسلمان ہی کہلوائیں، لیکن باطنی (حقیقی) طور پر انگریز ہوں۔''

اور وہ یورپی نکات بھی ہماری نظر میں ہونے چاہئیں جن کی منصوبہ بندی انہوں نے عالم اسلام کے وسائل وامکانات کا استحصال اور دین ومذہب کو تباہ وبرباد کرنے کیلئے کی اور وہ یہ ہیں:

① **اسلامی حکومت کا خاتمہ (خلافت)**

② **قرآن پاک کا خاتمہ۔**

③ مسلمانوں کی وحدت واتحاد کو پارہ پارہ کرنا۔

④ مسلمانوں میں دین کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

⑤ مسلمانوں میں اخلاقی ونفسیاتی اور ذہنی وعقلی حوالے سے فساد وبگاڑ پیدا کرنا۔

⑥ عربوں کو سیاسی وحکومتی طور پر کمزور وپامال رکھنا۔

⑦ مسلمانوں کو صنعتی حوالے سے محکوم ومحتاج بنائے رکھنا اور انہیں کسی بھی قیمت پر صنعتی قوت وطاقت اور خود اعتمادی وخود کفالت کی منزل تک نہ پہنچنے دینا۔

⑧ عالم اسلام میں مخلص و وفادار، صاحبانِ شعور وادراک، سیاسی مفکرین، مجاہد اور مومن قسم کے عسکری قائدین کو کسی قیمت پر اقتدار کے حصول میں کامیاب نہ ہونے دینا۔

⑨ مسلم ممالک کے نسوانی حلقوں میں بے راہ روی اور انحراف کے جراثیم پیدا کرنا تاکہ ان کی آغوش میں پروان چڑھنے والی نسل سیرت وکردار کے حوالے سے بالکل کھوکھلی وناکارہ ہو اور اس طرح وہ آسانی کے ساتھ ان سامراجی درندوں کیلئے تر نوالہ بنتی رہے۔

ہر صاحب بصیرت بڑی آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ لوگ کس طرح اپنی سازشوں میں کامیاب ہیں۔ آج مسلمانوں میں اتحاد اور مخلص قیادت کا فقدان ہے بلکہ ایسے قائد مسلط ہیں جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں، اپنی نسل کا خود ہی استحصال کرنے کے درپے ہیں۔ اُدھر غیر مسلم مسلمان ممالک پر مسلسل لشکر کشی کر رہے ہیں۔ کبھی افغانیوں کے پرخچے اُڑائے جاتے ہیں تو کبھی عراق کے در و دیوار کو تہ تیغ کر دیا جاتا ہے، کبھی ایران کو حملوں کی

دھمکی دی جاتی ہے تو کبھی پاکستان میں وانا آپریشن کیا جاتا ہے، کبھی باجوڑ کے مدرسہ کے طلبا کو آگ وخون میں نہلا دیا جاتا ہے تو کبھی لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے معصوموں کے چیتھڑے اُڑا دیئے جاتے ہیں۔ اتنا بڑا سانحہ ہونے کے باوجود مسلمان اتنے بے حس اور غافل ہو چکے ہیں کہ افغانستان اور عراق پر یلغار اور ایران کو حملوں کی دھمکیاں، پاکستان میں باجوڑ کے مدرسہ پر بمباری اور لال مسجد پر آپریشن جیسے واقعات انہیں خوابِ غفلت سے بیدار نہیں کرتے۔ ان حالات میں بھی مسلمانوں کا بیدار نہ ہونا اور خواب غفلت وخودغرضی میں رہنا انتہائی تشویشناک ہے۔

آج افغان وعراق، کشمیر وفلسطین، وانا و باجوڑ اور لال مسجد و جامعہ حفصہ کے شہدا کا خون اور شہید بابری مسجد ہمیں صدائیں دے رہی ہے، بیت المقدس ماتم کناں ہے کہ مسلمان کب جاگیں گے؟ کب آئے گی اس گلستان خزاں رسیدہ میں بہار؟ کب کوئی عمر فاروق اور اَیوبی اٹھیں گے؟ ...... اٹھو! مسلمانوں کہ عدو تمہاری تہذیب کی تباہی کے درپے ہے، جس قرآن سے غیر مسلم اتنا خائف ہے ذرا سوچو کہ ہم اس سے اس کی تعلیمات سے کتنے دور ہیں۔

اور یاد رکھو!

تم ہی ایسی قوم ہو جو دُنیا پر غالب آسکتی ہے، تمہاری تہذیب کو ہی بقا ہے۔

اپنی تہذیب کو پہچانو، اپنے دین کو سمجھو جس نے نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں کو بھی تحفظ دیا۔ آج اگر غیر مسلم امن، اعتدال پسندی اور عالمی امن کے دعویدار ہیں تو مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں انہیں پرکھو کہ کیا یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا فقط دھوکا دہی ہے؟

اور یاد رکھو! آج اگر غیر مسلم کسی چیز سے خائف ہیں تو وہ فقط تمہاری بیداری ہے۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ ، فقر بو ذرؓ ، صدقِ سلمانیؓ

☆......☆......☆

نئی تہذیب

یہ نئی تہذیب اور ماڈرن سوسائٹی ایک ایسا گہرا کنواں ہے جس کی پستیوں میں گر کر انسان اپنی ہستی کو بھی کھو دیتا ہے۔ آج کل انسانیت کا چہرہ مسخ ہو چکا ہے مگر اس گہرائی میں گرنے والے لوگ اُجالوں کے دھوکے میں خوشی خوشی ان اَندھیروں میں سمائے چلے جا رہے ہیں ...... کیا بنے گا اندھیرے اور اُجالے کی اس کشمکش کا؟ وقت کی شراب میں مدہوش لوگ جب ہوش میں آئیں گے تو کیا وہ اُجالوں کو پاسکیں گے؟!